IslamHouse.com

Urdu

اردو

افواہوں کی شرعی حیثیت

ترجمہ

ابو اسعد قطب محمد اثری

تصحیح و تقدیم

د. عبدالرحمن بن عبدالجبار الفریوائي

سابق استاذ حدیث جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ریاض

إعداد

مرکز أصول

مقاصد الشريعة الإسلامية
ووسائلها من خلال محاربة الشائعات
في المحافظة على ضرورة العرض

إعداد

مركز أصول

ترجمه وتخريج

ابواسعد قطب محمد اثري

تصحيح وتقديم

د/عبدالرحمن بن عبدالجبار الفريوائى

استاذ حديث جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلاميه

URDU

اردو

ⓒ **المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالربوة، ١٤٤١هـ**

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

مركز أصول للمحتوى الدعوي

مقاصد الشريعة الإسلامية ووسائلها من خلال محاربة الشائعات - اللغة الأردية . / مركز أصول للمحتوى الدعوي، ١٤٤١هـ

٩٢ ص، ١٢ سم x ١٦,٥ سم

ردمك : ٩٧٨-٦٠٣-٨٢٩٧-٣٠-٨

١- الشريعة الإسلامية أ. العنوان

ديوي ٢٥٧ ١٤٤١/٥٥٦٠

رقم الايداع: ١٤٤١/٥٥٦٠

ردمك : ٩٧٨-٦٠٣-٨٢٩٧-٣٠-٨

مركز أصول

Osoul Center

www.osoulcenter.com

أُعد هذا الكتاب وصمّم من قبل مركز أصول، وجميع الصور المستخدمة في التصميم يملك المركز حقوقها، وإن مركز أصول يتيح لكل مسلم طباعة الكتاب ونشره بأي وسيلة، بشرط الالتزام بالإشارة إلى المصدر، وعدم التغيير في النص، وفي حالة الطباعة يوصي المركز بالالتزام بمعاييره في جودة الطباعة.

+966 11 445 4900

+966 11 497 0126

P.O.BOX 29465 Riyadh 11457

osoul@rabwah.sa

www.osoulcenter.com

بسم الله الرحمن الرحیم

پیش کلام

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الكريم نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد :

اسلام دین فطرت ہے، جو رحمت وشفقت اور امن وسلامتی سے عبارت ہے، اللہ تعالی ساری کائنات کا خالق ومالک ہے، اسی نے جن وانس کو پیدا کیا، اور ان کی پیدائش کا مقصد اپنی اطاعت وبندگی کو ٹھہرایا، ارشاد باری ہے: ﴿ وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ «میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا» (الذاریات : ۵۶)۔

یہ عبادت کیسے کریں، زندگی کیسے گزاریں، اور آپس میں کیسے رہیں، نیز دوستی اور دشمنی کے کیا ضوابط ہیں، غرضیکہ ہر چھوٹی بڑی چیز کے سکھانے اور مخلوق کی ہدایت کے لیے دین اتارا، اس کے لیے کتابیں اتاریں، انبیاء ورسل بھیجے، سب سے آخر میں آخری نبی محمد ﷺ کو سارے جہاں کے لیے رحمت بنا کر اپنے محبوب اور پسندیدہ دین کی تبلیغ واشاعت کے لیے بھیجا، ارشاد باری تعالی ہے :﴿ إِنَّ ٱلدِّينَ عِندَ ٱللَّهِ ٱلْإِسْلَٰمُ ﴾ «اللہ

کا پسندیدہ دین اسلام ہے» (آل عمران: ۱۹)، نیز فرمایا: ﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا رَحۡمَةٗ لِّلۡعَٰلَمِينَ﴾ «میں نے آپ کو دنیا والوں کے لیے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے» (الانبیاء: ۱۰۷)۔

اسلام نے ایمان اور عقائد کے ساتھ دنیا میں زندگی گزارنے کے آداب مختلف کرنے والے کام اور بہت سے نہ کرنے والے کام کی تفصیل بھی بتائی جس کو معروف ومنکر یا امر ونہی کہا جاتا ہے، اسلام میں کتاب وسنت سے ثابت کاموں کے کرنے اور جن کاموں سے منع کیا گیا ہے ان سے بچے رہنے کا نام تقوی ہے، اور کتاب وسنت پر عمل کرنے کا نام ہی اسلام ہے۔

اسلامی تعلیمات کا اصل مأخذ اللہ رب العزت خود ہے، جو انسانوں کا خالق ورازق ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی فطرت اور خواہشات کا بھی خالق ومالک ہے، اور ان کے جذبات وخیالات اور امنگوں سے بھی واقف ہے، اس لیے اس نے اپنی عبادت کے طریقوں کی تعلیم کے ساتھ وہ کیسے زندگی گزاریں اس کی ہدایات بھی پورے طور پر دیں، اور اسی مقصد کے پیش نظر کتابیں نازل کیں اور انبیاء ورسل بھیجے اور سب سے اخیر میں اپنی آخری کتاب قرآن کریم نازل کی اور آخری رسول ونبی مبعوث فرمایا جن کی اطاعت وفرمابرداری ہم سب پر واجب کیا، اسلامی تعلیمات پر

غور وخوض کرنے کے بعد ائمہ اسلام نے اسلام کے ایسے اہم اور بنیادی اصول وضوابط اور مصالح ومنافع کو پانچ باتوں میں محصور کیا ہے، جن کو ناگزیر اور ضروری مصالح ومنافع کا نام دیا جاتا ہے، جو در اصل انسان کے انتہائی ضروری اور ناگزیر حقوق ہیں جن کا تحفظ اسلامی شریعت کا سب سے اہم مقصد ہے، اور یہیں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی تعلیمات حکمت ومصلحت سے خالی نہیں ہیں، یہ الگ بات ہے کہ کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے کی مصلحت اور حکمت کو ہم شرعی نصوص یا اپنی سوچ سے جان سکیں، یا نہ جاں سکیں یہ پانچ بنیادی مصلحتیں یا پانچ بنیادی انسانی حقوق جن کا تحفظ اسلامی شریعت کا اہم مقصد ہے مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) دین کی حفاظت (۲) جان کی حفاظت (۳) مال کی حفاظت
(۴) عزت وآبرو کی (حسب ونسب) کی حفاظت (۵) عقل کی حفاظت۔

ان میں سب سے زیادہ اہم چیز دین کی حفاظت ہے، اور بقیہ حقوق اور مصالح سب اسی کے تابع ہیں، دین اسلام پر عمل کرنے سے ان سارے حقوق کی حفاظت کا انتظام ہو جاتا ہے۔

زیر نظر رسالہ ہمارے محترم دوست شیخ ڈاکٹر سعد بن ناصر الشثری کی تصنیف ہے، جس کا اردو ترجمہ قارئین کے استفادہ کے لیے پیش خدمت ہے، اس رسالے میں مؤلف موصوف نے حسب ونسب یعنی عزت وآبرو

کے اسلامی اور انسانی بنیادی مصلحت یا حق کے تحفظ پر ڈاکہ ڈالنے والی افواہوں کی جنگ کے خلاف تدابیر کو اپنا موضوع بنایا ہے، جن کو اختیار کر کے عزت وآبرو کی حفاظت کا کام بحسن وخوبی کیا جا سکتا ہے، قارئین رسالہ کو دلائل کتاب وسنت اور مثالوں کے ذریعے یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ اسلام کی نظر میں پاک دامن مرد اور عورت پر زنا کا الزام، بے جا بہتان اور الزام تراشی اور غیبت وچغلی، جھوٹ بولنا، اور لوگوں کی باتوں کو ادھر ادھر نقل کرنا، افواہیں پھیلانا حرام اور منکر کام ہے، جن کی وجہ سے معاشرے میں برائیاں پھیلتی ہیں اور معاشرہ بے اطمینانی کا شکار ہو جاتا ہے، دور حاضر میں تیز تر ذرائع ابلاغ اور جدید آلات کے ذریعے ہر طرح کی چھوٹی بڑی باتوں کو پوری دنیا میں پھیلانا اور اس سے متاثر ہونا ایک امر واقع ہے بلکہ نئے زمانے کا سب سے بڑا فتنہ ہے جس سے معاشرے کا کوئی فرد بھی محفوظ نہیں ہے وہ یہی ہے، ایسے ماحول میں اگر ہم اسلامی تعلیمات پر عمل کریں اور ممکنہ تدابیر استعمال کریں تو ان جدید وسائل کو اپنے دین اور اسلامی اقدار کی ترویج کا ذریعہ بھی بنا سکتے ہیں اور غلط افکار وخیالات پھیلانے یا افواہوں کا کار وبار وکرنے والے وسائل کے خلاف اسلامی تعلیم کے ذریعے ایک بند بھی باندھ سکتے ہیں اور یہ اسی وقت ممکن ہو گا جب ہم اپنے دین اور اس کی اعلی تعلیمات کی طرف لوٹیں گے، اور خود دینی تعلیم حاصل کریں گے اور دینی تعلیم پر اپنی نئی نسل کی تربیت

کریں گے، خلاصہ کلام یہ کہ عصر جدید کا ایک عظیم فتنہ جھوٹا پروپیگنڈہ اور افواہوں کا لا متناہی سلسلہ ہے جس کے خلاف محاذ آرائی کر کے ہم اسلامی شریعت کے ایک بڑے بنیادی حق یعنی عزت وآبرو کی مصلحت کے تحفظ کا سامان بہم پہنچا سکتے ہیں، اور یہ رسالہ عملی طور پر ناظرین کرام کے لیے مفید ہو گا کہ اس میں بتائے ہوئے اصول وضوابط اور نصائح پر چل کر ہم افواہوں کے خلاف لڑ بھی سکتے ہیں اور اس کو غیر مؤثر بھی بنا سکتے ہیں، بلکہ جدید وسائل کے ذریعے ہم اپنی صحیح اسلامی تعلیمات بھی لوگوں تک پہنچا سکتے ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالی مؤلف کتاب محترم ڈاکٹر سعد الشثری حفظہ اللہ، اس کے مترجم محترم ابو اسعد قطب محمد الاثری،اور اس کے ناشرین کو جزائے خیر دے کہ ان کی جد وجہد سے اردو داں طبقے کو بھی اس اہم رسالے سے استفادے کا موقع ملا۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(ڈاکٹر) عبدالرحمن بن عبدالجبار الفریوائی

سابق استاذ حدیث جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ ، ریاض ، سعودی عرب

مقدمہ مؤلف

الحمد لله الذي هدانا لدين الإسلام الجامع لخيري الدنيا والآخرة، والصلاة والسلام على نبينا محمد، وعلى آله وصحبه، وسلم تسليما كثيرا، أما بعد:

ہر معاشرے میں غلط افواہوں کو پھیلتے دیکھتے ہوئے، خصوصا عصر حاضر میں ان غلط افواہوں کے بڑھتے ہوئے رجحانات، اور نت نئے ذرائع کی ایجاد جوان افواہوں کی نشر واشاعت میں ان کے مدد گار ہوتے ہیں، نیز فن اصول فقہ میں تخصص اور مقاصد شرعیہ کے موضوع پر اپنی سابقہ تحریر کے پیش نظر میں نے یہ مناسب سمجھا کہ درج ذیل اہم موضوع پر گفتگو کروں۔

«اسلامی شریعت میں عزت وآبرو اور اس کے وسائل کے بنیادی حق کا تحفظ اور اس کی ضرورت واہمیت»۔

زیر نظر رسالہ ایک تمہید، چار فصل اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے:

تمہید میں اسلام میں عزت وآبرو کی ضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے:

(۱) پہلی فصل میں افواہوں میں لوگوں کے نوع بہ نوع کردار، اور شریعت میں اس کے حکم کا بیان ہے اور اس میں تین مباحث ہیں:

(۱) پہلے مبحث کا عنوان ہے افواہوں کو پھیلانا اور اسے ہوا دینا۔

(۲) دوسرے مجبث کا عنوان ہے افواہوں کی اشاعت وترویج۔

(۳) تیسرا مبحث افواہوں کی تصدیق سے متعلق ہے۔

(۲) دوسری فصل میں لوگوں کے خلاف طعن وتشنیع کی حرمت کو سامنے رکھتے ہوئے عزت وآبرو کے تحفظ کے بنیادی حق کی ضرورت کو زیر بحث لایا گیا ہے، اس میں بھی تین مبحث ہیں:

(۱) پہلے مبحث میں لوگوں کو برا بھلا کہنے کے شرعی حکم کا تذکرہ ہے۔

(۲) دوسرے مبحث میں غیبت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

(۳) تیسرے مبحث میں حکام اور علمائے دین کے خلاف طعن وتشنیع کے بارے میں شرعی حکم کا تذکرہ ہے۔

(۳) تیسری فصل میں عزت وآبرو کی حفاظت کی ضرورت اور اس کے خلاف کاموں پر سزا کا تذکرہ ہے اور اس میں بھی تین مبحث ہیں:

(۱) پہلے مبحث میں بہتان اور الزام تراشی کی سزا کا بیان ہے۔

(۲) دوسرے مبحث میں لوگوں کے خلاف طعن و تشنیع کی سزا کا ذکر ہے۔

(۳) تیسرے مبحث میں وسیع مفہوم میں امن عامہ کے خلاف بھڑکائی جانے والی سزاؤں کا ذکر ہے۔

(۴) چوتھی فصل ابلاغ اور مواصلات کی جدید ٹکنالوجی کے ذریعے عزت وآبرو کے بنیادی حق کے تحفظ پر مشتمل ہے، اس میں دو مبحث ہیں:

(۱) پہلے مبحث میں افواہوں کے خلاف جنگ میں نئے وسائل کی کوششوں کا تذکرہ ہے۔

(۲) دوسرے مبحث میں افواہیں پھیلانے اور ان کی نشر واشاعت میں حصہ لینے والے جدید ذرائع ابلاغ پر روک لگانے کے طریقے کا تذکرہ ہے۔

اور آخر میں خاتمہ ہے جس میں خلاصۂ مطالب اور قرار دادوں کا ذکر ہے۔

اس موضوع کی تیاری میں میری پوری کوشش یہ رہی ہے کہ اس میں مذکور معلومات کی توثیق اور مصادر ومراجع کے استعمال میں میں

علمی منہج کی پابندی کروں، اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو نفع بخش بنائے، اور اسے خالص اپنی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ بنائے۔

صلى الله علي نبينا محمد، وعلي آله وسلم.

تمہید

اسلامی شریعت میں عزت وآبرو کے بنیادی حق کا تحفظ

اسلامی شریعت کی آمد کا مقصد انسانوں کے مصالح ومنافع کی حفاظت ہے[۱] اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعَٰلَمِينَ﴾ «اے نبی! ہم نے آپ کو ساری دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے» (الانبیاء : ۱۰۷)۔

انسانی مصالح ومنافع (جن کا تذکرہ ہم آگے بنیادی حقوق سے کریں گے) کی تین قسمیں ہیں[۲]:

(۱) مصلحت ضروریہ: یعنی ناگزیر مصلحت ومنفعت جن کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔

(۲) مصلحت حاجیہ: یعنی ایسی چیزیں جن کا آدمی زندگی گزارنے میں

---

۱ الموافقات ۲/۶، مجموع الفتاوی لابن تیمیہ ۲۰/ ۴۸، ۵۸۳۔

۲ الموافقات ۲/۸، شرح الکوکب المنیر ۴/۱۵۹۔

ہر دن محتاج ہوتا ہے، اور عام لوگوں کی زندگی میں وہ چیزیں استعمال ہوتی ہیں۔

(۳) مصلحت تحسینیہ: تکمیلی اور تحسینی مصالح ومنافع یعنی ایسی چیزیں جن کے بغیر بھی آدمی عام زندگی گزار سکتا ہے، لیکن یہ متمدن زندگی میں عیش وعشرت کا مظاہر اور فیشن کے طور پر استعمال ہونے والی چیزیں ہیں جنہیں آدمی استعمال کرتا ہے۔

مصالح ضروریہ

ایسے مصالح ومنافع ہیں(اور بنیادی انسانی حقوق) جن کا دین ودنیا کی مصلحتوں کے حصول کے لیے ہونا ناگزیر اور ضروری ہواس طور پر کہ اگر یہ مصلحت مفقود اور ناپید ہو جائے تو دنیا سیدھے راستے سے ہٹ جائے بلکہ فتنہ وفساد، قتل وموت، اور آخرت کی ناکامی اور بربادی کا پیش خیمہ بن جائے[۳]۔

یہ ضروری اور لابدی مصالح (یعنی بنیادی حقوق) جن کی حفاظت وصیانت مطلوب ہے وہ پانچ ہیں:

---

۳ الموافقات ۲/۸، شرح مختصر الروضۃ ۳/۲۰۹۔

دین، جان، عزت وآبرو، مال ودولت او عقل، ان سب کی حفاظت وصیانت ناگزیر ضرورت ہے[٤]۔

علماء کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ ساری آسمانی شریعتوں نے ان پانچ بنیادی حقوق کی حفاظت پر اتفاق کیا ہے[٥] اگر چہ بعض علماء کی رائے میں یہ پانچ ہی پر منحصر وموقوف نہیں ہے، بلکہ دوسری ضرورت (بنیادی حق) کا اضافہ ممکن ہے، مثلاً: امن وامان کا بنیادی حق یہ ایک ایسی ناگزیر ضرورت ہے جس میں رخنہ ڈالنے اور جسے بگاڑنے والے پر شریعت نے حد مقرر کی ہے[٦]۔

شریعت کی آمد کا مقصد انہی ضروری اور بنیادی حقوق ومصالح کا تحفظ ہے جس میں شریعت نے ایسے سارے کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے جو ان بنیادی حقوق ومصالح کو پائیدار اور محفوظ رکھ سکیں، اور ایسے سارے کاموں پر روک لگائی ہے جو ان ضروری اور بنیادی حقوق ومصالح کی بقا میں خلل ڈالیں یا ان میں رخنہ ڈالنے والوں کے خلاف مناسب سزائیں مقرر کی ہیں[٧]۔

---

٤ الکلیات الخمس الموافقات ۲/۱۰، المقاصد العامۃ صفحۃ ۱۵۵۔

٥ نشر البنود ۲/۱۷۳، مقاصد الشریعۃ للیوبی صفحہ ۱۸۳۔

٦ مجموع فتاوی ۱۱/۳۴۳۔

٧ الموافقات ۲/۸۔

بقیہ ضروری اور بنیادی حقوق ومصالح کی موجودگی میں علماء نے عزت وآبرو کے بنیادی حق کے مرتبہ اور مقام کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

بعض علمائے اصول جیسے سبکی[8] اور ابن النجار[9] نے عزت وآبرو کے ضروری اور بنیادی حق اور مصلحت کو مال کے بنیادی اور ضروری حق کے مقام ومرتبہ میں رکھا ہے، بعض علمائے اصول نے عزت وآبرو کی بنیادی حق اور ضروری مصلحت سے ہٹ کر نسب اور نسل کے ضروری اور بنیادی حق پر اکتفا کیا ہے[10]۔

کتاب وسنت کے نصوص میں غور وفکر کرنے والوں کو یا بات ملے گی کہ شریعت نے عزت وآبرو کے ضروری اور بنیادی حق کو ایک خاص اہتمام کے ساتھ اولیت کا درجہ عطا کیا ہے، اس طور پر کہ جان ومال کے بنیادی حق کے تحفظ کو متعدد احادیث میں عزت وآبرو کے بنیادی حق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: «فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا» (صحیح البخاری: ٦٧)۔

---

٨ جمع الجوامع بحاشیۃ العطار ٢/٣٢٢۔
٩ شرح الکوکب المنیر ٤/١٦٣۔
١٠ الدرر اللوامع ٢/٦٢٠۔

«یقینا تمہاری جان، تمہارے مال اور تمہاری عزت وآبرو تمہارے درمیان اسی طرح محترم اور مقدس ہیں جس طرح آج کے دن کا تقدس واحترام تمہارے اس مہینے اور اس شہر میں»۔

اور ایک دوسری حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: «كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ مَالُهُ، وَعِرْضُهُ وَدَمُهُ، حَسْبُ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ» (مسلم: ۲۵۶۴)۔

«مسلمان کی ہر چیز اس کا مال، اس کی عزت اور اس کا خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اور آدمی میں اتنی سی برائی ہونا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے»۔

اسی کے پیش نظر شریعت نے عزت وآبرو کے بنیادی حق کے تحفظ کی خاطر حد قذف یعنی زنا کی تہمت اور الزام تراشی پر سزا مقرر کی ہے، اور ایسے ہی شریعت نے زنا کی تہمت سے کم جرم یعنی لوگوں کی عیب جوئی پر تعزیری سزائیں مقرر کی ہیں تا کہ عزت وآبرو کے بنیادی حق کی تکمیل ہو جائے[۱۱]۔

۱۱ شرح الکوکب المنیر ۴/۱۶۴، نبراس العقول صفحہ ۲۸۰۔

فصل اول

غلط افواہوں کے پھیلانے میں لوگوں کے مختلف کردار اور اسلامی شریعت میں ان کے احکام کا بیان۔

اس میں تین مبحث ہیں

(۱) افواہوں کے پھیلانے کا بیان۔

(۲) افواہوں کو رواج دینے کا بیان۔

(۳) افواہوں کی تصدیق کرنے کا بیان۔

پہلا مبحث

افواہوں کے پھیلانے کا بیان

اسلامی شریعت نے گمراہ کن خبروں اور افواہوں سے نمٹنے کے متعدد طریقے استعمال کیے ہیں، ان میں سے ایک وسیلہ جھوٹ کے خلاف جنگ ہے کیوں کہ افواہ پھیلنے کی ابتدا ایسے لوگوں سے ہوتی ہے جو حقیقت اورواقع کے بالکل خلاف باتوں کو گھڑتے ہیں جو شریعت کی نظر میں جھوٹ اور حرام ہے، جھوٹ کی حرمت کے دلائل تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَكُونُواْ مَعَ ٱلصَّٰدِقِينَ﴾ «اے مومنو! اللہ سے ڈرو، اور سچوں کے ساتھ رہو» (التوبہ : ١١٩)۔

اور رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں: «إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يَكُونَ صِدِّيقًا، وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا» «بلا شبہ سچ آدمی کو نیکی

کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، ایک شخص سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ صدیق کا لقب اور مرتبہ حاصل کر لیتا ہے، یقینا جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے، اور ایک شخص جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے یہاں بہت بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے» (صحیح البخاری :۶۰۹۴)۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے:

«الصدق طمأنينة، والكذب ريبة» «سچائی طمانیت اور جھوٹ شک وشبہ کا نام ہے» (سنن الترمذی :۲۵۱۸، حسن صحیح)۔

ایک اور حدیث میں ہے:

«آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ» «منافق کی تین علامتیں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے اس کے خلاف کرے، اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے» (صحیح البخاری : ۳۳، صحیح مسلم: ۵۹)۔

اگر جھوٹ بولنا کلی طور پر حرام ہے تو اس حرام کام کا کرنے والا اللہ تعالی کے یہاں گناہ اور سزا کا مستحق قرار پائے گا، کیونکہ وہ جھوٹ جو لوگوں کے درمیان پھیل جائے گناہ کے اعتبار سے انتہائی بڑا گناہ اور جرم کے اعتبار سے سخت ترین جرم ہے، چنانچہ حدیث میں آیا ہے:

إِنّهُ رَأى في المنام، أَنَّه مُرّ به مع ملكينِ «عَلَى رَجُلٍ مُسْتَلْقٍ لِقَفَاهُ، وَإِذَا آخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِكَلُّوبٍ مِنْ حَدِيدٍ، وَإِذَا هُوَ يَأْتِي أَحَدَ شِقَّيْ وَجْهِهِ، فَيُشَرْشِرُ شِدْقَهُ إِلَى قَفَاهُ، وَمَنْخِرَهُ إِلَى قَفَاهُ، وَعَيْنَهُ إِلَى قَفَاهُ،ثُمَّ يَتَحَوَّلُ إِلَى الجَانِبِ الآخَرِ، فَيَفْعَلُ بِهِ مِثْلَ مَا فَعَلَ بِالْجَانِبِ الأَوَّلِ، فَمَا يَفْرُغُ مِنْ ذَلِكَ الجَانِبِ حَتَّى يَصِحَّ ذَلِكَ الجَانِبُ كَمَا كَانَ، ثُمَّ يَعُودُ عَلَيْهِ، فَيَفْعَلُ مِثْلَ مَا فَعَلَ المَرَّةَ الأُولَى» قَالَ: « قُلْتُ: سُبْحَانَ اللَّهِ مَا هَذَانِ؟ »إلى أن قال: فقالا لي: وَأَمَّا الرَّجُلُ الَّذِي أَتَيْتَ عَلَيْهِ، يُشَرْشَرُ شِدْقُهُ إِلَى قَفَاهُ، وَمَنْخِرُهُ إِلَى قَفَاهُ، وَعَيْنُهُ إِلَى قَفَاهُ، فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَغْدُو مِنْ بَيْتِهِ، فَيَكْذِبُ الكَذْبَةَ تَبْلُغُ الآفَاقَ»۔

«نبی اکرم ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آپ کو لے کر ایک ایسے شخص کی جانب چلے جو اپنی گدی کے بل چت لیٹا ہوا تھا اور اس کے پاس ایک اور شخص (فرشتہ) لوہے کا ترشول لیے کھڑا تھا، پھر وہ اس کے منہ کے ایک طرف جا کر اس کا جبڑا گدی تک پھاڑ ڈالتا، نتھنے اور آنکھ کو بھی اسی طرح گدی تک چیر دیتا، پھر دوسری جانب پلٹ کر ایسا ہی کرتا تھا جیسا کہ پہلی جانب کیا تھا، اور ایک طرف چیر کر فارغ نہیں ہوتا کہ دوسری طرف کا حصہ بالکل درست ہو کر اپنی اصلی حالت پر آ جاتا تھا، پھر وہ اس کی طرف پلٹ کر ایسا ہی چیرتا پھاڑتا جیسا کہ پہلی بار چیرا پھاڑا

تھا، نبی اکرم ﷺ کہتے ہیں تو میں نے اپنے ساتھ والے دونوں فرشتوں سے پوچھا: سبحان اللہ، یہ دونوں کون ہیں؟ تو ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ وہ شخص جس کے پاس آپ آئے اور جس کا جبڑا اور نتھنے گدی تک چیرا جارہا تھا وہ ایسا شخص ہے جو صبح اپنے گھر سے نکلتا اور ایسا جھوٹ بولتا جو دور دور تک پھیل جاتا» (صحیح البخاری: ۷۰۴۷)۔

عہد نبوت میں ایک نہایت پاکباز اور بھولی بھالی عورت پر جھوٹی تہمت لگائی گئی، جنہوں نے اس بہتان تراشی میں حصہ لیا، اور افواہوں کو ہوا دی تھی اللہ تعالی نے انہیں ذلیل ورسوا کیا جیسا کہ ارشاد باری ہے: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ جَآءُو بِٱلْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ ٱمْرِئٍ مِّنْهُم مَّا ٱكْتَسَبَ مِنَ ٱلْإِثْمِ ۚ وَٱلَّذِى تَوَلَّىٰ كِبْرَهُۥ مِنْهُمْ لَهُۥ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ «جو لوگ یہ بہت بڑا بہتان باندھ لاتے ہیں یہ بھی تم میں سے ایک گروہ ہے، تم اسے اپنے لئے برا نہ سمجھو، بلکہ یہ تو تمہارے حق میں بہتر ہے، ہاں! ان میں سے ہر ایک شخص پر اتنا گناہ ہے، جتنا اس نے کمایا ہے، اور ان میں سے جس نے اس کے بڑے حصے کو سر انجام دیا ہے اس کے لئے عذاب بھی بہت بڑا ہے» (النور: ۱۱)۔

اس لیے آدمی پر یہ واجب ولازم ہے کہ ایسی بات بولنے سے بچیں جو افواہوں کو ہوا دینے کا سبب بنے، نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: «إِنَّ

الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَبَيَّنُ فِيهَا يَزِلُّ بِهَا فِي النَّارِ أَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْمَشْرِقِ » « آدمی اپنی زبان سے ایک بات بولتا ہے اور اس کے متعلق سوچتا نہیں (کہ کتنی کفر اور بے ادبی کی بات ہے) جس کی وجہ سے وہ جہنم کے گڑھے میں اتنی دور گرتا ہے جتنا پچھّم سے پورب کا فاصلہ ہے » (صحیح البخاری : ٦٤٧٧، صحیح مسلم : ٨٨٩٢)۔

دوسرا مبحث

افواہوں کو رواج دینے کا بیان

اسلامی شریعت نے گمراہ کن افواہوں کو رواج دینے کے خلاف جنگ کی ہے، اور بے سر وپا بات نقل کرنے سے منع کیا ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

«كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِباً أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ»، «آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات (بلا تحقیق) بیان کرے» (صحیح مسلم: ۵)۔

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: «مَنْ حَدَّثَ عَنِّي حَدِيثاً، وَهُوَ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ؛ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ» «جس نے میری طرف منسوب کر کے جان بوجھ کر کوئی جھوٹی حدیث بیان کی تو وہ دو جھوٹ بولنے والوں میں سے ایک ہے» (صحیح مسلم، مقدمہ:۱)۔

اسلامی شریعت نے گرچہ مباح اور جائز بات کہنے کی اجازت دی

ہے لیکن ساتھ ساتھ اس بات کی تلقین وترغیب بھی کی ہے کہ صرف وہی بات کہی جائے جو نفع بخش اور مفید ہو، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: «وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ باللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ؛ فَلْيَقُلْ خَيْراً، أَوْ لِيَصْمُتْ» «جو شخص اللہ تعالی اور آخرت کے دن پر ایمان ویقین رکھتا ہو وہ بھلی بات کہے، یا خاموش رہے» (صحیح البخاری: ۶۰۱۹، وصحیح مسلم: ۴۸)۔

ایسا اس لیے ہے کہ انسان کے منہ سے نکلی ہوئی باتیں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴾ «(انسان) منہ سے جو لفظ بھی نکالتا ہے، اس کے پاس نگہبان (فرشتے اسے لکھنے کے لیے) تیار رہتے ہیں» (ق:۱۸)۔

افواہوں کی ترویج در اصل فواحش ومنکرات کو ظاہر کرنا اور اسے فروغ دینا ہے، اس لیے کہ آدمی جب ایک بڑی تعداد کے بارے میں سنتا ہے کہ وہ کسی منکر کام کو کر رہے ہیں، تو اس کے دل میں اس برائی کے خلاف نفرت کم ہو جاتی ہے، جس سے اس بات کا اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ خود اس برے کام کو کرنے کا اقدام کرے گا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے افواہوں اور پروپیگنڈوں کی ترویج کو قبیح گناہ (زنا) کے پھیلانے کے زمرے میں رکھا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ ٱلْفَٰحِشَةُ فِى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ ۚ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ «جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے خواہاں رہتے ہیں ان کے لئے دنیا وآخرت میں درد ناک عذاب ہے، اللہ سب کچھ جانتا ہے، اور تم کچھ بھی نہیں جانتے» (النور : ۱۹)۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایسے لوگوں کے لیے یہ تیسری بار تادیب ہے جنہوں نے کوئی بری بات سنی، اور اس میں سے کچھ ان کے ذہن میں باقی رہ گئی، تو نہ تو وہ اس کو اپنی زبان سے کہے، اور نہ اس میں کچھ زیادہ کرے، اور نہ اسے پھیلائے اس لیے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ ٱلْفَٰحِشَةُ فِى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟﴾ «جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانا پسند کرتے ہیں» (یعنی ان کی جانب سے قبیح وبے تکی باتیں ظہور پذیر ہوں) ۔

واقعہ افک میں اللہ تعالی نے جھوٹی افواہ پھیلانے والوں کی مذمت کی جنہوں نے اس منکر افواہ کو رواج دیا، ارشاد باری ہے: ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُۥ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِى مَآ أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٤﴾ إِذْ تَلَقَّوْنَهُۥ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِۦ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُۥ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ ٱللَّهِ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ وَلَوْلَآ إِذْ سَمِعْتُمُوهُ

قُلۡتُم مَّا يَكُونُ لَنَآ أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبۡحَٰنَكَ هَٰذَا بُهۡتَٰنٌ عَظِيمٞ ﴿١٦﴾
يَعِظُكُمُ ٱللَّهُ أَن تَعُودُواْ لِمِثۡلِهِۦٓ أَبَدًا إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ ﴿١٧﴾﴾۔

«اگر اللہ تعالی کا فضل اور اس کی رحمت تم پر دنیا وآخرت میں نہ ہوتی تو یقینا تم نے جس بات کے چرچے شروع کر رکھے تھے اس بارے میں تمہیں بہت بڑا عذاب پہنچتا، جبکہ تم اسے اپنی زبانوں سے نقل در نقل کرنے لگے، اور اپنے منہ سے وہ بات نکالنے لگے جس کی تمہیں مطلق خبر نہ تھی، گو تم اس ہلکی بات سمجھتے رہے، لیکن اللہ تعالی کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی، تم نے ایسی بات کو سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات منہ سے نکالنی بھی لائق نہیں، یا اللہ! تو پاک ہے، یہ تو بہت بڑا بہتان اور تہمت ہے، اللہ تعالی تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی بھی ایسا کام نہ کرنا اگر تم سچے مومن ہو» (النور:١٤-١٧)۔

اللہ تعالی نے اس کی تعبیر اس طرح کی ہے ﴿إِذۡ تَلَقَّوۡنَهُۥ بِأَلۡسِنَتِكُمۡ﴾ جب کہ آدمی خبریں کان سے سنتا ہے کیونکہ وہ ان افواہوں کو اپنی کانوں سے سنتے، اور اس کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے میں غور وفکر کئے بغیر فورا زبان سے بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں، تو گویا کہ وہ ان کے کانوں پر گزرے بغیر کہ وہ سنتے یا عقل پر گزرے بغیر کہ وہ غور کرتے وہ براہ راست ان کی زبان کو ہی پہنچی۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس آیت کریمہ میں تمام مسلمانوں کے لئے بڑی عبرت ونصیحت ہے کہ اگر ان میں یہ برائی پائی جاتی ہو تو جس شخص نے بھی اس میں قول وفعل یا مال ودولت سے حصہ لیا، اس کے پھیلنے میں مدد کی، یا اسے پسند کیا، اور سراہا، اور اس سے اپنی خوشی اور رضا مندی ظاہر کی تو وہ اس گناہ میں بقدر حصہ ذمہ دار ہوگا[۱۲]۔

---

۱۲ الدر المنثور ۶/۱۵۳۔

تیسرا مبحث

افواہوں کی تصدیق کرنے کا بیان

مسلمان غلط افواہوں کی تصدیق سے کیسے بچیں، اس کے لیے اسلامی شریعت نے مختلف تدابیر اختیار کی ہیں بعض تدابیر درج ذیل ہیں:

غلط افواہوں کی تصدیق میں آگے آگے رہنے والوں کی مذمت؛ جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان: ﴿ عَنكَ وَلَأَوْضَعُواْ خِلَٰلَكُمْ يَبْغُونَكُمُ ٱلْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّٰعُونَ لَهُمْ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ بِٱلظَّٰلِمِينَ ﴾، «اگر یہ تم میں مل کر نکلتے بھی تو تمہارے لئے سوائے فساد کے اور کوئی چیز نہ بڑھاتے، بلکہ تمہارے درمیان خوب گھوڑے دوڑا دیتے، اور تم میں فتنے ڈالنے کی تلاش میں رہتے، ان کے ماننے والے خود تم میں موجود ہیں، اللہ تعالی ان ظالموں کو خوب جانتا ہے» (التوبہ: ۴۷)۔

واقعہ افک میں جن مسلمانوں نے جھوٹی افواہ کی تصدیق کی تھی اللہ تعالی نے انہیں قصوروار قرار دیا چنانچہ وہ فرماتا ہے: ﴿ لَّوْلَآ إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ ٱلْمُؤْمِنُونَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُواْ هَٰذَآ إِفْكٌ مُّبِينٌ ﴾ «اسے سنتے ہی

مسلمان مردوں اور عورتوں نے اپنے حق میں نیک گمانی کیوں نہ کی، اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو کھلم کھلا صریح بہتان ہے» (النور: ١٢)۔

اللہ تعالی نے اہل ایمان کی خوبی بیان کی کہ وہ صرف صحیح معلومات پر ہی اعتماد کرتے ہیں، فرمایا: ﴿ لَّوۡلَآ إِذۡ سَمِعۡتُمُوهُ ظَنَّ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ وَٱلۡمُؤۡمِنَٰتُ بِأَنفُسِهِمۡ خَيۡرٗا وَقَالُواْ هَٰذَآ إِفۡكٞ مُّبِينٞ ﴾ «اسے سنتے ہی مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے حق میں نیک گمانی کیوں نہ کی، اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو کھلم کھلا صریح بہتان ہے» ۔

بیہودہ اور لا یعنی باتوں کا سننے سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر اسلامی شریعت نے ترغیب دلائی ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ وَإِذَا سَمِعُواْ ٱللَّغۡوَ أَعۡرَضُواْ عَنۡهُ وَقَالُواْ لَنَآ أَعۡمَٰلُنَا وَلَكُمۡ أَعۡمَٰلُكُمۡ سَلَٰمٌ عَلَيۡكُمۡ لَا نَبۡتَغِي ٱلۡجَٰهِلِينَ ﴾ «اور جب بھی بیہودہ بات کان میں پڑتی تو اس سے کنارہ کر لیتے، اور کہہ دیتے کہ ہمارے عمل ہمارے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے، تم پر سلام ہو، ہم جاہلوں سے (الجھنا) نہیں چاہتے» (القصص: ۵۵)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اشتعال انگیز افواہیں، اور گمراہ کن معلومات لغو ولا یعنی باتوں کے قبیل سے ہے جس سے اہل ایمان دور رہتے ہیں۔

اللہ تعالی نے افواہوں کے مقابلے میں ڈٹے رہنے کا حکم دیا ہے جیسا

کہ ارشاد ہے: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا۟ أَن تُصِيبُوا۟ قَوْمًۢا بِجَهَـٰلَةٍ فَتُصْبِحُوا۟ عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَـٰدِمِينَ﴾ «اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نا دانی میں کسی قوم کو ایذاء پہنچا دو، پھر اپنے کئے پر پچھتاؤ» (الحجرات: ٦)۔

ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب آدمی تمہارے پاس آکر یہ کہے کہ فلاں اور فلانی ایسے ایسے برے کام کرتے ہیں تو اس کی تصدیق نہ کرو (الدرر المنثور: ٧/٥٥٨)۔

علمائے دین نے اسی منہج کو اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ مدعی سے دعوے کے ثبوت میں دلیل طلب کی جائے گی۔

مجھے ایک یمنی عالم دین شیخ محمد بن اسماعیل صنعانی کا ایک شعر یاد آ رہا ہے جسے انہوں نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کی مدح وتعریف میں کہا تھا، شعر یہ ہے:

وما كل قول بالقبول مقابل ولا كل قول واجب الرد الطرد

ہر بات لائق قبول نہیں ہوتی، اور نہ ہی ہر بات قابل تردید ہوتی[١٣]۔

اسلامی شریعت نے معاندانہ افواہوں اور پروپیگنڈہ کے رد وابطال کی ترغیب دی ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: «مَنْ رَدَّ عَنْ

---

١٣ الشیخ محمد، ص ٢٣٦۔

عِرْضِ أَخِيهِ، رَدَّ اللهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» «جس شخص نے اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کیا اللہ تعالی قیامت کے دن اس کے چہرے کو جہنم کی آگ سے بچائے گا» (سنن الترمذی: ۱۹۳۱، صحیح)۔

شریعت نے افواہوں کے ظہور کے وقت مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ صورت حال کے تقاضا کے مطابق اس سلسلے میں مناسب موقف اور رویہ اختیار کریں، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿لَتُبۡلَوُنَّ فِيٓ أَمۡوَٰلِكُمۡ وَأَنفُسِكُمۡ وَلَتَسۡمَعُنَّ مِنَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ مِن قَبۡلِكُمۡ وَمِنَ ٱلَّذِينَ أَشۡرَكُوٓاْ أَذٗى كَثِيرٗاۚ وَإِن تَصۡبِرُواْ وَتَتَّقُواْ فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنۡ عَزۡمِ ٱلۡأُمُورِ﴾ «اور یہ یقین ہے کہ تمہیں ان لوگوں کی جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے، اور مشرکوں کی بہت سی دکھ دینے والی باتیں بھی سننی پڑیں گی، اور اگر تم صبر کر لو اور پرہیز گاری اختیار کرو، تو یقینا یہ بہت بڑی ہمت کا کام ہے» (آل عمران: ۱۸۶)۔

خود مسلمان غلط افواہوں کو اپنی ذات سے دور کرنے کا حریص اور متمنی ہوتا ہے، اور وہ اس طرح سے کہ شکوک وشبہات کی جگہوں سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ فرمایا: «فَمَنْ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ، اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ» «پھر جو کوئی شبہ کی چیزوں سے بچ گیا، اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا» (صحیح البخاری: ۵۲، صحیح مسلم: ۱۵۹۹)۔

جب صحابہ نے چند منافقین کے قتل کی تجویز رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے اس تجویز کو قبول نہ کیا اور فرمایا: «لا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّهُ كَانَ يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ» «ایسا نہ ہو کہ لوگ کہیں کہ محمد اپنے لوگوں کو قتل کر دیا کرتے ہیں» (صحیح البخاری: ۳۵۱۸، وصحیح مسلم: ۲۵۸۴)۔

اور جب رسول اکرم ﷺ کو دو انصاری صحابہ نے دیکھا کہ آپ اپنی بیوی صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہیں تو وہ دوڑ پڑے، اس پر آپ نے (ان کی بد گمانی دور کرنے کی خاطر) ان سے فرمایا:

«عَلَى رِسْلِكُمَا، إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ»، فقالا: سُبْحَانَ اللهِ يَا رَسُولَ اللهِ! فَقَالَ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنْ الإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَرًّا - أَوْ قَالَ شَيْئاً»۔ «ذرا تم دونوں ٹھہرو! میرے ساتھ یہ صفیہ ہیں، انہوں نے کہا سبحان اللہ، اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے، مجھے ڈر ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دلوں میں کوئی بری بات نہ ڈال دے» (صحیح البخاری: ۲۰۳۸، وصحیح مسلم: ۲۱۷۵)۔

دوسری فصل

لوگوں کی عیب جوئی کی حرمت کے ذریعے عزت وآبرو کی حفاظت وصیانت

اس میں تین مبحث ہیں

(۱) پہلے مبحث میں لوگوں کو برا بھلا کہنے کے حکم کا بیان ہے۔

(۲) دوسرے مبحث میں غیبت کے حکم کا بیان ہے۔

(۳) تیسرے مبحث میں حکمراں اور علماء کی عیب جوئی کے حکم کا بیان ہے۔

پہلا مبحث

لوگوں کو مطعون کرنے اور انہیں برا بھلا کہنے کا حکم

ابن نجار[۱۴] نے اسلامی شریعت میں عزت وآبرو کے بنیادی اور ضروری حق کی حفاظت کی مثال میں دوسروں کے خلاف گفتگو کی حرمت کو پیش کیا ہے، اور اس کی دلیل میں رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث پیش کی ہے: «فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا» «یقینا تمہاری جان، تمہارا مال اور تمہاری عزت وآبرو تمہارے درمیان اسی طرح محترم ہیں اور مقدس ہیں جس طرح آج کے دن کی حرمت وتقدیس تمہارے اس مہینے اور اس شہر میں ہے» (صحیح البخاری: ٦٧)۔

لوگوں کی عیب جوئی، اور ان کے ساتھ استہزا کرنے اور ان کا مذاق اڑانے کی حرمت اور مذمت کے سلسلے میں بہت سارے واضح دلائل ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا يَسۡخَرۡ قَوۡمٞ مِّن قَوۡمٍ

١٤ شرح الكوكب المنير ٤/ ١٦٢۔

عَسَىٰٓ أَن يَكُونُوا۟ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّن نِّسَآءٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا۟ بِٱلْأَلْقَٰبِ ۖ بِئْسَ ٱلِٱسْمُ ٱلْفُسُوقُ بَعْدَ ٱلْإِيمَٰنِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴾ «اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائیں، ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں، ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں، اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ، اور نہ کسی کو برے لقب دو، ایمان کے بعد فسق برا نام ہے، اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں» (الحجرات: ۱۱)۔

آیت کریمہ ﴿وَلَا تَلْمِزُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ تم ایک دوسرے پر طعن و تشنیع نہ کرو، اور ﴿وَلَا تَنَابَزُوا۟ بِٱلْأَلْقَٰبِ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ آپس میں کوئی کسی کو برے لقب سے نہ پکارے۔

جیسا کہ بعض نصوص میں یہ بات موجود ہے کہ اللہ تعالی کے کائناتی نظام میں یہ ہے کہ وہ دوسروں کا مذاق اڑانے والے کو سزا دیتا ہے، اس طریقے سے کہ اللہ تعالی اسے ایسی آزمائش میں ڈال دیتا ہے کہ وہ خود مذاق کا ہدف اور ذلت ورسوائی کا نشانہ بن جاتا ہے، جیسا کہ فرمان نبوی ہے: «لاَ تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لأَخِيكَ، فَيَرْحَمَهُ اللهُ وَيَبْتَلِيكَ» «اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوش نہ ہو، ہو سکتا ہے

کہ اللہ تعالی اس پر رحم کرے، اور تمہیں آزمائش میں ڈال دے»
(الترمذی: ۲۵۰۶، حسن غریب)۔

شریعت میں ناحق کسی کو برا بھلا کہنا حرام ہے، نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: «سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ» «مسلمان آدمی کو گالی دینا اور اسے برا بھلا کہنا فسق وفجور کا کام ہے، اور اس سے لڑائی جھگڑا کرنا کفر کا کام ہے»۔

اسی نقطہ نظر سے شریعت نے دوسروں کو ایذاء پہنچانے کو حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَٱلَّذِينَ يُؤْذُونَ ٱلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ بِغَيْرِ مَا ٱكْتَسَبُوا۟ فَقَدِ ٱحْتَمَلُوا۟ بُهْتَٰنًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴾ «اور جو لوگ مومن مرد اور مومن عورتوں کو ایذا دیں بغیر کسی جرم کے جو ان سے سرزد ہوا ہو، وہ (بڑے ہی) بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں» (الاحزاب:۵۸)۔

بالخصوص (لوگوں کو) برا بھلا کہنے کا گناہ اس وقت اور ہی سنگین ہو جاتا ہے، جس وقت یہ گالی گلوچ او الزام تراشی کے مرحلے سے گزر کر انسان کو دینی طور پر مطعون اور متہم کیا جائے، نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: «لا يَرْمِي رَجُلٌ رَجُلا بِالْفُسُوقِ، وَلاَ يَرْمِيهِ بِالْكُفْرِ إِلا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذَلِكَ»

«کوئی کسی شخص کو کافر یا فاسق کہے، اور وہ حقیقت میں کافر یا فاسق نہ ہو، تو خود کہنے والا فاسق اور کافر ہو جائے گا» (صحیح البخاری: ٦٠٤٥، وصحیح مسلم: ٦١)۔

معاشرے سے لعن طعن اور گالی گلوچ کی بیماری کا خاتمہ کرنے کے مقصد سے اس میں پہل کرنے والے کو شارع نے بڑے گناہ کا مرتکب قرار دیا ہے، بلکہ اس پر دونوں گالی گلوچ کرنے والے لوگوں کے گناہ کا ذمہ دار قرار دیا ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: «الْمُسْتَبَّانِ مَا قَالا فَعَلَى الْبَادِي مِنْهُمَا، مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ» «باہم گالی گلوچ کرنے والے جو کچھ کہتے ہیں، اس کا گناہ اس شخص پر ہوگا جس نے پہل کی ہو جب تک کہ مظلوم حد سے آگے نہ بڑھ جائے (اگر وہ حد سے آگے بڑھ جائے تو زیادتی اور تجاوز کا گناہ اس پر ہوگا)» (صحیح مسلم: ٢٥٨٧، ابو داود: ٤٨٩٤)۔

واضح رہے کہ دست درازی اور زبان درازی شریعت کی نظر میں حرام اور ممنوع کام اور ظلم ہے، اور انسان جس قدر ان حرام اور ممنوع چیزوں سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہے اسلام میں اسی قدر اس کے مراتب ودرجات بلند ہوتے ہیں، نبی اکرم ﷺ سے جب یہ پوچھا گیا کہ کون مسلمان سب سے اچھا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ سَلِمَ

الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ» «سب سے اچھا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں» (صحیح البخاری: ۱۱، و صحیح مسلم: ۴۲)۔

مردہ کو برا بھلا کہنا بھی حرام ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: «لاَ تَسُبُّوا الأَمْوَاتَ؛ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا».

« مردوں کو برا نہ کہو کیوں کہ انہوں نے جیسا عمل کیا اس کا بدلہ پا لیا» (صحیح البخاری: ۱۳۹۳، ابو داود: ۴۸۹۹)۔

شریعت نے جن چیزوں میں سخت موقف اختیار کیا ہے، ان میں وہ افواہیں ہیں جن کا تعلق لوگوں کے حسب ونسب پر طعن وتشنیع سے ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے: «اثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ».

«لوگوں میں دو چیزیں پائی جاتی ہیں اور وہ دونوں ہی کفر کے کام ہیں (۱) حسب نسب میں عیب لگانا (۲) میت پر نوحہ کرنا یعنی اس کے غم میں چیخنا چلانا، اور اس کے اوصاف بیان کر کے رونا پیٹنا» (صحیح مسلم: ۶۷)۔

دوسروں کو برا بھلا کہنے کے جتنے دروازے تھے شریعت نے اسے بند کر دیا ہے، حتی کہ گنہگاروں کو برا بھلا کہنے سے بھی منع کیا گیا ہے، کیونکہ جب ایک شرابی کو رسول ﷺ نے کوڑا لگایا، تو ایک آدمی نے اس سے

کہا: اللہ تجھے رسوا وذلیل کرے، اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: «لاَ تَقُولُوا هَكَذَا، لاَ تُعِينُوا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ» «اس طرح کے جملے نہ کہو، اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو» (صحیح البخاری: ۶۷۷۷)۔

شریعت نے تو کفار ومشرکین کے معبودان باطلہ کو بھی برا بھلا کہنے سے منع کیا ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَلَا تَسُبُّوا۟ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ فَيَسُبُّوا۟ ٱللَّهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍۢ ۗ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴾ «اور گالی مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالی کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں، کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کریں گے، ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے، پھر اپنے رب ہی کے پاس ان کو جانا ہے، سو وہ ان کو بتلا دے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے» (الانعام: ۱۰۸)۔

اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ انسان غیر اللہ کی باطل عبادت پر عقلی دلائل نہ دے۔

اسلامی شریعت نے آدمی کے ظاہری امور پر احکام کی بنیاد رکھی ہے، لہذا جو شخص خلاف ظاہر کسی حکم کا دعوی کرے تو اس سے دلیل کا مطالبہ کیا

جائے گا، یہیں سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ شریعت نے باپ سے بیٹے کا تعلق اس بنیاد پر ثابت کیا ہے کہ بچہ نے اس آدمی کے بستر پر جنم لیا ہے، یہی وجہ ہے کہ باپ کے ہم شکل نہ ہونے کو بنیاد بنا کر بیٹے کے نسب سے انکار کو نبی اکرم ﷺ نے لغو اور باطل قرار دیا۔

عن أبي هريرة أَنَّ أعرابيًّا أَتَى رسولَ الله ﷺ فَقَالَ: إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلامًا أَسْوَدَ، وَإِنِّي أَنْكَرْتُهُ، فَقَالَ لَهُ رسولُ الله ﷺ: «هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ»؟ قال: نَعَمْ، قال: «ما أَلْوَانُهَا»؟ قال: حُمْرٌ، قَالَ: «هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ»؟ قَالَ: إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا، قَالَ: «فَأَنَّى تُرَى ذَلِكَ جَاءَهَا»، قالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! عِرْقٌ نَزَعَهَا، قال: «وَلَعَلَّ هَذَا عِرْقٌ نَزَعَهُ وَلَمْ يُرَخِّصْ لَهُ فِي الانْتِفَاءِ مِنْهُ».

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میری بیوی کے یہاں کالا لڑکا پیدا ہوا ہے جس کو میں اپنا نہیں سمجھتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہیں۔ دریافت فرمایا کہ ان کے رنگ کیسے ہیں؟ کہا کہ سرخ ہیں؟ پوچھا کہ ان میں کوئی خاکی بھی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! ان میں خاکی بھی ہیں، اس پر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ پھر کس طرح تم سمجھتے ہو کہ اس رنگ کا پیدا

ہوا؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! کسی رگ نے یہ رنگ کھینچ لیا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ممکن ہے اس بچے کا رنگ بھی کسی رگ نے کھینچ لیا ہو؟ اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے بچے کے انکار کرنے کی اجازت نہیں دی۔(صحیح البخاری : ۷۳۱۴، ومسلم : ۱۵۰۰)۔

اس لئے کہ اس انکار کی بنیاد کسی صحیح سبب پر قائم نہیں تھی، عرب اور اکثر دوسری قومیں اس سلسلے میں غلط فہمیوں کا شکار تھیں، اور جہالت کی وجہ سے نسب میں شکل وشباہت نہ ملنے ہی کو طعن وتشنیع کی بنیاد قرار دیتی تھیں۔

دوسرا مبحث
غیبت کا حکم

اسلامی شریعت کی لوگوں کی عزت وآبرو کے تحفظ کی خواہش ہی کا نتیجہ ہے کہ اس نے غیر موجود لوگوں کی عزت وآبرو پر حملہ کرنے، اور ان کے عیوب ونقائص کو بیان کرنے سے منع کیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ﴾ «اور نہ تم سے کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے، تم کو اس سے گھن آئے گی، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے» (الحجرات: ١٢)۔

بہتان یعنی لوگوں کے اندر جو بات نہ پائی جائے ان کی طرف منسوب کرنا ہی حرام نہیں ہے بلکہ دوسروں کے اندر پائے جانے والے ان عیوب ونقائص کے ذکر کرنے کو بھی اسلامی شریعت نے حرام قرار دیا

ہے، جن کے ذکر کرنے کا کوئی شرعی فائدہ نہ ہو، رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ غیبت کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: «ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ، قِيلَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ؟ قَالَ: «إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ، فَقَدْ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ، فَقَدْ بَهَتَّهُ» «تم اپنے بھائی کا تذکرہ اس طرح کرو کہ اسے ناگوار اور ناپسند ہو (تو یہ غیبت ہے) عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! اگر وہ عیب ہمارے بھائی میں موجود ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ عیب اس میں موجود ہوگا تب ہی وہ غیبت ہوگی، اور اگر عیب موجود نہ تو وہ بہتان اور افتراء ہے» (صحیح مسلم: ۲۵۸۹، ابو داود: ۴۸۷۴)۔

جس وقت ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے ایک نے اپنی ایک سوکن کے بارے میں مذمت کے انداز میں یہ کہا کہ یہ چھوٹے قد کی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: «لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ، لَمَزَجَتْهُ» «تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر وہ سمندر کے پانی میں گھول دی جائے، تو وہ اس پر بھی غالب آ جائے» (ابو داود: ۴۸۷۵، الترمذی: ۲۵۰۲) صحیح۔

یہیں سے اسلامی شریعت کو یہ بات پسند ہے کہ دوسروں کے عیوب ونقائص کو چھپایا جائے، اور اس بات سے منع کیا کہ ان باتوں کو گفتگو

کا موضوع بنایا جائے، نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: «لاَ يَسْتُرُ اللهُ عَلَى عَبْدٍ فِي الدُّنْيَا إلا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» «جس بندے کی پردہ پوشی اللہ تعالی دنیا میں کرتا ہے قیامت کے دن بھی اللہ تعالی اس کی پردہ پوشی کرے گا» (صحیح مسلم : ۲۵۹۰)۔

اسلامی شریعت نے دوسروں کی عزت وآبرو پر حملہ کرنے والوں کی تردید کی ترغیب دی ہے، ارشاد نبوی ہے: «مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ، رَدَّ اللهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» «جو شخص اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کرے، اللہ تعالی قیامت کے دن اس کے چہرے کو جہنم کی آگ سے بچائے گا» (الترمذی : ۱۹۳۱)، (صحیح)۔

بغیر کسی شرعی مصلحت کے کسی کے عیب تلاش کرنے کو اسلام نے نہایت سختی کے ساتھ منع کیا ہے، اور دوسروں کی ٹوہ میں پڑنے سے بھی منع کیا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَجَسَّسُواْ﴾ «اور دوسروں کے ٹوہ میں مت پڑو» (الحجرات : ۱۲)۔

اور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: « يَا مَعْشَرَ مَنْ أَسْلَمَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يُفْضِ الإِيمَانُ إِلَى قَلْبِهِ، لا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِينَ، وَلا تُعَيِّرُوهُمْ، وَلا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ، تَتَبَّعَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ تَتَبَّعَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ، يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِي جَوْفِ رَحْلِهِ» « محض زبان

سے اسلام لانے والوں کی جماعت! جن کے دل تک ایمان نہیں پہنچا ہے! مسلمانوں کو نہ ستاؤ، ان کو عار نہ دلاؤ، اور ان کے عیوب تلاش نہ کرو، اس لیے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب ڈھونڈتا ہے، اللہ تعالی اس کا عیب ڈھونڈتا ہے، اور اللہ تعالی جس کے عیب ڈھونڈتا ہے، اسے رسوا وذلیل کر دیتا ہے، اگر چہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو» (الترمذی : ۲۰۳۲)، (حسن)۔

ایک دوسری حدیث میں آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: « إِنَّكَ إِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ، أَفْسَدْتَهُمْ أَوْ كِدْتَ [أَنْ] تُفْسِدَهُمْ» «اگر تم لوگوں کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے پڑوگے، تو تم ان میں بگار پیدا کر دوگے، یا قریب ہے کہ ان میں بگاڑ پیدا کر دو» (ابو داود: ۴۸۸۸)، صحیح۔

تیسرا مبحث

حکمراں طبقہ اور علمائے اسلام کے خلاف طعن وتشنیع کا حکم

حکمراں طبقے اور علمائے اسلام کی عزت واحترام کے بارے میں کتاب وسنت میں بہت سارے نصوص آئے ہیں، جن میں سے چند ایک تذکرہ درج ذیل ہے:

(ا) حکمراں کی اطاعت وفرماں برداری کے وجوب پر بہت سارے دلائل ہیں، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: «عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ، وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ؛ فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَلاَ سَمْعَ وَلاَ طَاعَةَ» «مسلمان کے لئے حاکم کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے، ان چیزوں میں بھی جنہیں وہ پسند کرے، اور ان میں بھی جنہیں وہ نا پسند کرے، جب تک اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے، پھر جب اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ سننا باقی رہتا ہے نہ اطاعت کرنا» (صحیح مسلم:۱۸۳۹)۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ خَلَعَ يَداً مِنْ طَاعَةٍ، لَقِيَ اللهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لا حُجَّةَ لَهُ، وَمَنْ مَاتَ، وَلَيْسَ فِي عُنُقِه بَيْعَةٌ، ماتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً» «جس آدمی نے حاکم سے اطاعت کا ہاتھ کھینچ لیا، وہ قیامت کے دن اللہ تعالی سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اس کے پاس اس باب میں کوئی حجت ودلیل نہ ہوگی، اور جو شخص اس طرح مر جائے کہ اس کی گردن میں (حاکم کی اطاعت) بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا» (صحیح مسلم :۱۸۵۱)۔

حاکم کی اطاعت وفرماں برداری کے اصول کے حفاظت کرتے ہوئے اسلامی شریعت نے اس کے خلاف طعن وتشنیع کی ممانعت کی ہے، گر چہ اس کی طرف سے (رعایا کے حق میں) ظلم وزیادتی کا صدور ہو جائے، اس لیے کہ علماء اور حکام کو برا بھلا کہنا، اور لوگوں کو ان کے خلاف بغاوت پر اکسانا بہت بڑے فتنے اور فساد کی بات ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: «مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئاً؛ فَلْيَصْبِرْ؛ فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِن السُّلْطَانِ شِبْراً، مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً» «جو شخص اپنے حاکم میں کوئی نا پسندیدہ بات دیکھے تو اس پر صبر کرے کیوں کہ حاکم کی اطاعت سے اگر کوئی ایک بالشت بھی باہر نکلا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی» (صحیح البخاری: ۷۰۵۳، مسلم: ۱۸۴۹)۔

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: «اللہ کے نبی! آپ کی کیا رائے ہے کہ حکام ہم سے اپنے حقوق کے ادا کرنے کا مطالبہ کریں، اور ہمارا حق ہمیں نہ دیں، تو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: «اَدُّوا إِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ، وَسَلُوا اللهَ حَقَّكُمْ» «ان کے حقوق ادا کرو، اور اپنا حق اللہ تعالی سے مانگو» (صحیح البخاری: ۷۰۵۲، وصحیح مسلم: ۱۸۴۳)۔

نبی اکرم ﷺ نے ایک دفعہ یوں فرمایا: «اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا، فَإِنَّمَا عَلَيْهِمْ ما حُمِّلُوا، وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ» «اے مسلمانو! حکام کی باتیں سنو، اور ان کی اطاعت کرو، ان کے اعمال کا بوجھ ان پر اور تمہارے اعمال کا بوجھ تم پر ہے» (صحیح مسلم: ۱۸۴۶)۔

اور آپ ﷺ نے ایک مرتبہ یوں فرمایا: «تَسْمَعُ وَتُطِيعُ لِلأَمِيرِ وَإِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ، وَأُخِذَ مَالُكَ؛ فَاسْمَعْ وَأَطِعْ» «تم حاکم کی بات سنو، او اس کی اطاعت کرو، چاہے تمہاری پیٹھ پر کوڑے برسائے جائیں اور تم سے تمہارا مال چھین لیا جائے، ہر حال میں تم حاکم کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو» (صحیح مسلم: ۱۸۴۷)۔

حکمرانوں کو تنقید کا نشانہ بنانا اور ان کے خلاف زبان درازی ان کی ایک قسم کی توہین ہے، اور ان کے مقام ومرتبہ کو کم کرنا ہے، تو یہ اس حدیث کے حکم میں بھی داخل ہوگا جس میں آپ ﷺ نے

فرمایا: «مَنْ أَهَانَ سُلْطَانَ اللهِ فِي الأَرْضِ، أَهَانَهُ اللهُ» «جس شخص نے زمین پر اللہ تعالی کے بنائے ہوئے سلطان (حاکم) کو ذلیل کیا اللہ تعالی اسے ذلیل کرے گا» (الترمذی :۲۲۲۴)، حسن۔

(۲) دوسرا گروہ علمائے شریعت کا ہے، اللہ تعالی نے ان کے مقام کو بلند کیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے ﴿يَرْفَعِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ دَرَجَٰتٍ﴾ «اللہ تعالی تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں، اور جنہیں علم دیا گیا ہے درجے بلند کردے گا» (المجادلۃ :۱۱)۔

ایک اور آیت میں اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِى ٱلَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ «آپ کہہ دیجئے! علم والے اور بے علم کیا برابر کے ہیں» (الزمر :۹)۔

نیز رسول اکرم ﷺ نے یوں فرمایا: «وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ، وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ» «عالم کی فضیلت عابد پر یوں ہے جیسے چودھویں رات کے روشن چاند کی فضیلت دوسرے ستاروں پر ہے، اور علماء انبیاء کے وارث ہیں» (ابو داود : ۳۶۴۱، الترمذی : ۲۶۸۲) صحیح۔

علماء پر طعن و تشنیع کا سب سے بڑا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ان کی دینی رہنمائی سے لوگوں کا اعتماد اٹھ جائے گا، اور لوگ ان کی وعظ

ونصیحت کی باتوں کی پابندی نہیں کریں گے، اور نہ ہی ان کی باتوں پر کان دھریں گے، بلکہ لوگ ایسے ہو جائیں گے کہ شریعت اور اس کے احکام کی پرواہ کیے بغیر ادھر ادھر ٹامک ٹوئیاں ماریں گے، اور جو چاہیں گے کریں گے، جب کہ ان پر یہ واجب ہے کہ علماء کی طرف رجوع کریں، اور ان سے دینی معاملات کے بارے میں پوچھیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿فَسْـَٔلُوٓا۟ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ «اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے پوچھ لو» (النحل :۴۳)۔

خاص طور پر فتنہ وفساد کے زمانہ میں علماء سے رجوع کرنا اور ہی ضروری ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ ٱلْأَمْنِ أَوِ ٱلْخَوْفِ أَذَاعُوا۟ بِهِۦ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ ﴾

«جہاں انہیں کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملی، انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کر دیا، حالاں کہ آگر یہ لوگ اسے رسول ﷺ کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ اور حقیقت تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے، تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں» (النساء : ۸۳)۔

علماء اور حکام کے مقام اور مرتبے کو دیکھتے ہوئے شریعت نے ان کے درجہ کو بلند کیا ہے، اور ان کو مزید عزت واحترام دیا ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: «إِنَّ مِنْ إِجْلاَلِ اللهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ، وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ وَالْجَافِي عَنْهُ، وَإِكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ» «بوڑھے مسلمان کی اور حافظ قرآن کی جو نہ اس میں غلو کرنے والا ہو، اور نہ اس سے دور پڑ جانے والا، اور عادل حاکم کی عزت وتکریم در اصل اللہ تعالی کی عزت وتکریم ہی کا ایک حصہ ہے» (ابو داود: ۴۸۴۳)، حسن۔

آیت کریمہ میں وارد لفظ اولو الامر کی یہ تفسیر کی گئی ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ﴾ «اے ایمان والو! فرماں برداری کرو اللہ تعالی کی، اور فرماں برداری کرو رسول کی، اور تم میں سے جو لوگ صاحب اختیار اور حاکم ہیں» (النساء:۵۹)۔

آیت میں وارد کلمہ اولی الامر سے مراد یہی دو گروہ ہیں یعنی حکام اور علمائے شریعت۔

تیسری فصل

عزت وآبرو کی ضروری اور بنیادی مصلحت کی حفاظت اور اس میں خلل اندازی کی سزا

اس میں تین مباحث ہیں

(۱) پہلے مبحث میں حد قذف یعنی زنا کاری کے الزام کی سزا کا بیان ہے۔

(۲) دوسرے مبحث میں لوگوں پر طعن و تشنیع کی سزا کا بیان ہے۔

(۳) اور تیسرے مبحث میں وسیع معنوں من امن عامہ پر اثر انداز ہونے والی افواہوں کی سزا کا بیان ہے۔

پہلا مبحث

حد قذف یعنی زنا کاری کے الزام کی سزا کا بیان

قذف: کسی پر زنا کی تہمت لگانے کو قذف کہتے ہیں، اس کی حرمت پر سارے مسلمانوں کا اجماع واتفاق ہے[۱۵]، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَرۡمُونَ ٱلۡمُحۡصَنَٰتِ ٱلۡغَٰفِلَٰتِ ٱلۡمُؤۡمِنَٰتِ لُعِنُواْ فِي ٱلدُّنۡيَا وَٱلۡأٓخِرَةِ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيمٞ﴾ «جو لوگ پاک دامن بھولی بھالی مسلمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، وہ دنیا وآخرت میں ملعون ہیں، اور ان کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے» (النور: ۲۳)۔

علمائے کرام نے اس بات کو منصوص کیا ہے کہ حد قذف یعنی زنا کاری کے الزام کی سزا کی تعیین نا معلوم اور معدوم جہت سے عزت وآبرو کی حفاظت کا ایک راستہ ہے[۱۶]، اللہ تعالی نے حد قذف (زنا کاری کے الزام کی سزا) کا ذکر اپنے اس قول میں کیا ہے: ﴿وَٱلَّذِينَ يَرۡمُونَ ٱلۡمُحۡصَنَٰتِ ثُمَّ لَمۡ

۱۵ المغنی ۱۲/۳۸۳۔

۱۶ شرح الکوکب المنیر ۴/۱۶۲۔

يَأْتُواْ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَٱجْلِدُوهُمْ ثَمَٰنِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُواْ لَهُمْ شَهَٰدَةً أَبَدًا ۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ ﴾ «جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں، پھر چار گواہ نہ پیش کر سکیں، تو انہیں اسی (۸۰) کوڑے لگاؤ، اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، یہ فاسق لوگ ہیں» (النور: ۴)۔

اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے زنا کی تہمت لگانے والوں پر اسی (۸۰) کوڑے کی حد نافذ کی۔

قذف (زنا کی تہمت) کی تین سزائیں ہیں:

(۱) جسمانی سزا، اور وہ اسی کوڑے لگانا ہے۔

(۲) تادیبی سزا، اور وہ لوگوں کی عزت وآبرو سے کھیلنے اور جھوٹے الزام لگانے کے بعد ایسے لوگوں کی شہادت (گواہی) کو نہ ماننا ہے۔

(۳) تیسری سزا یہ ہے کہ جھوٹا الزام لگانے والا فسق وفجور کی صفت سے موصوف اور تعالی کی طاعت وفرماں برداری سے باہر[۱۷]، اور اللہ اور اس کی مخلوق کے نزدیک وہ عادل اور ثقہ نہیں ہے[۱۸]۔

---

۱۷ المقاصد العامہ للشریعہ الاسلامیہ، ص ۴۵۶۔

۱۸ تفسیر ابن کثیر ۳/۱۷۵۔

زنا کی تہمت لگانے کے جرم کے خلاف شریعت کی جنگ کا ایک نمونہ یہ ہے کہ اگر مکلف (عاقل بالغ) آدمی زنا کا اعتراف کر لے، اور کہے کہ میں نے فلاں عورت سے زنا کیا ہے، تو شریعت اس پر زنا کی سزا دینے کو کافی نہیں سمجھتی، بلکہ جمہور علماء کے نزدیک شریعت اس کے خلاف (مذکورہ عورت سے زنا کی) تہمت کی سزا کو بھی مقرر کرتی ہے[19]، جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے: «أَنَّ رَجُلا أَتَاهُ، فَأَقَرَّ عِنْدَهُ أَنَّهُ زَنَى بِامْرَأَةٍ، سَمَّاهَا لَهُ، فَبَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى الْمَرْأَةِ؛ فَسَأَلَهَا عَنْ ذَلِكَ، فَأَنْكَرَتْ أَنْ تَكُونَ زَنَتْ، فَجَلَدَهُ الْحَدَّ وَتَرَكَهَا» «ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آکر یہ اعتراف کیا کہ اس نے ایک عورت سے جس کا اس نے نام لیا زنا کیا ہے، تو آپ نے اس عورت کو بلوایا، اور اس سے اس بارے میں پوچھا، اس نے انکار کیا، تو آپ نے حد میں صرف مرد کو کوڑے مارے، اور عورت کو چھوڑ دیا» (ابو داود: ۴۴۶۶)، صحیح۔

---

۱۹ المغنی ۱۲/۳۵۶۔

دوسرا مبحث
لوگوں کو مطعون کرنے کی سزا کا بیان

انسانوں کی عزت وآبرو کے خلاف زبان کھولنے کے اقدام سے لوگوں کو روکنے کے لیے اسلامی شریعت کی چاہت کا ایک مظہر یہ ہے کہ اس نے قاضی وقت کی صوابدید پر تعزیری سزائیں ایسے لوگوں کے خلاف مقرر کیں جو لوگوں کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں، یا لوگوں کے درمیان فساد برپا کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اس بات سے روکا جا سکے کہ وہ دوسروں کو تکلیف پہنچائیں[۲۰]۔

علمائے اصول نے اس بات کو واضح طور پر بیان کیا ہے کہ حد قذف کے بغیر لوگوں کو گالی دینے والوں پر تعزیری سزا کا ہونا، شریعت کے عزت وآبرو کے بنیادی اور ضروری حق کے تحفظ میں ایک مبالغہ آمیز وسیلہ ہے[۲۱]۔

---

۲۰ المغنی ۱۲/۳۹۹، فتح القدیر ۴/۲۱۳۔
۲۱ شرح الکوکب المنیر ۴/۱۶۴۔

بعض علمائے اصول کا خیال ہے کہ دوسروں پر طعن و تشنیع کرنے کی سزا بھی عزت وآبرو کی حفاظت کرنے والے ضروری اور بنیادی حق ہی کے قبیل سے ہے، اسی وجہ سے وہ مال کی حفاظت کے بنیادی اور ضروری حق کو عزت وآبرو کی حفاظت والی ضروری اور بنیادی حق کے برابر کا درجہ دیتے ہیں[۲۲]۔

جب کہ یہ بات صحیح نہیں ہے، یہ سزاعزت وآبرو کے ضروری اور بنیادی حق کی تکمیل کرنے والی چیزوں کی حفاظت کی قبیل سے ہے نہ کہ عزت وآبرو کے ضروری اور بنیادی حق کے تحفظ کے لیے، اس لیے ہمارے لیے یہ صحیح نہیں ہے کہ عزت وآبرو کے بنیادی اور ضروری حق کے تحفظ کا مال کے ضروری اور بنیادی حق کے تحفظ سے موازنہ کریں، اس لیے یہ ضروری ہے کہ جو اس بنیادی حق کی تکمیل کا تحفظ کرے اس کا اس سے موازنہ کیا جائے۔

---

۲۲ نشر البنود ۲/ ۱۷۲۔

تیسرا مبحث

وسیع معنی میں امن عامہ کے خلاف بھڑکائی جانے والی سزاؤں کا بیان

اسلامی شریعت نے وسیع معنوں میں افواہوں کی اصلیت اور حقیقت کے جاننے والوں کی طرف رجوع کرنے کی توجہ دلائی ہے، جن کا حقیقی معنوں میں امن سے گہرا تعلق ہو، بلکہ اسے نظر انداز کرنے والے کو شیطان کا متبع اور پیرو کار قرار دیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِذَا جَآءَهُمۡ أَمۡرٌ مِّنَ ٱلۡأَمۡنِ أَوِ ٱلۡخَوۡفِ أَذَاعُواْ بِهِۦۖ وَلَوۡ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنۡهُمۡ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسۡتَنۢبِطُونَهُۥ مِنۡهُمۡۗ وَلَوۡلَا فَضۡلُ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهُۥ لَٱتَّبَعۡتُمُ ٱلشَّيۡطَٰنَ إِلَّا قَلِيلٗا ﴾ «جہاں انہیں کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملی، انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کر دیا، حالانکہ اگر یہ لوگ اسے رسول کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے، تو وہ لوگ اس کی حقیقت معلوم کر لیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں اور اگر اللہ کا

فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو چند لوگوں کے علاوہ تم سب شیطان کے پیروکار بن جاتے» (النساء :۸۳)۔

اسلامی شریعت نے معاشرے پر اثر انداز ہونے والی افواہوں کے خلاف سخت موقف اختیار کیا ہے، اور حاکم وقت کو ان لوگوں کو مناسب سزا دینے کا حق بھی عطا کیا ہے جو افواہیں پھیلا کر یا اس کی ترویج واشاعت کر کے امت کی سلامتی کو نقصان پہنچاتے ہیں، علماء کی ایک جماعت نے تو یہاں تک کہا ہے کہ حاکم وقت کو انہیں سزائے موت تک دینے کا حق ہے، اس لیے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿لَّئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٠﴾ مَّلْعُونِينَ ۖ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا ﴿٦١﴾ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا﴾ «اگر (اب بھی) یہ منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے، اور وہ لوگ جو مدینے میں غلط افواہیں پھیلانے والے ہیں باز نہ آئیں،تو ہم آپ کو ان (کی تباہی) پر مسلط کر دیں گے، پھر تو وہ چند دن ہی آپ کے ساتھ اس (شہر) میں رہ سکیں گے، ان پر پھٹکار برسائی گئی، جہاں بھی مل جائیں پکڑے جائیں، اور خوب ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں، ان سے اگلوں

میں بھی اللہ کا یہی دستور جاری رہا، اور تو اللہ کے دستور میں ہرگز رد وبدل نہ پائے گا» (الأحزاب: ٦٠-٦٢)۔

نیز علماء نے نبی اکرم ﷺ کے درج ذیل قول سے بھی استدلال کیا ہے، آپ فرماتے ہیں: «مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ، يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ، أَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ، فَاقْتُلُوهُ» «اگر کوئی تمہارے پاس آئے اور تم کسی ایک حاکم کی امارت پر متفق ہو جاؤ، اور وہ چاہتا ہو کہ تمہاری اجتماعیت ختم کر دے، تم میں پھوٹ ڈال دے، تو تم اسے قتل کر دو» (صحیح مسلم: ۱۸۵۲)۔

امت میں غلط افواہیں پھیلانے والوں کی سزا کی ایک مثال خلیفہ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فعل سے ثابت ہے کہ معروف شاعر حطیئہ کو شعر میں لوگوں کی ہجو، اور ان کی عیب جوئی کے جرم میں قید کرنے کا حکم دیا[۲۳]۔

---

۲۳ تفسیر القرطبی ۱۲/۱۷۳۔

چوتھی فصل

ابلاغ، اور مواصلات کے میدان میں جدید ٹکنالوجی کے ذریعے عزت وآبرو کے بنیادی حق کا تحفظ

اس میں دو مبحث ہیں

(١) پہلا مبحث غلط افواہوں کے خلاف جنگ میں جدید ذرائع کی کوشش۔

(٢) اور دوسرے مبحث میں افواہیں پھیلانے اور ان کی نشر واشاعت میں حصہ لینے والے جدید ذرائع ابلاغ پر پابندی عائد کرنا۔

پہلا مبحث

غلط افواہوں کے خلاف جنگ میں جدید ذرائع کی کوششوں کا بیان

دور حاضر میں انسان نے متعدد ایسے وسائل تک رسائی حاصل کر لی ہے جو نہایت تیزی سے معلومات کی نشر واشاعت کرتے ہیں، انہیں ذرائع ابلاغ میں سے ٹیلی گرام، ٹیلی فون، فیکس وغیرہ ہیں جن کے ذریعے آدمی ایک دوسرے سے رابطہ رکھتا ہے، اور انہیں میں سے ریڈیو، ٹیلی ویژن، ڈش انٹینا وغیرہ ہیں، کچھ ایسے ذرائع ابلاغ بھی ہیں جو باہم رابطے اور باتوں کو دوسروں تک پہنچانے کا کام کرتے ہیں جیسے سی ڈي اور ویڈیو کیسٹ اور انٹر نیٹ، یہ ذرائع ابلاغ فکری اور نظریاتی اعتبار سے اور افواہو ں کی نشر واشاعت یا اس سے جنگ میں کردار ادا کرنے کے اعتبار سے اپنے مالکان اور ذمہ داران کے تابع ہوتے ہیں۔

ذرائع ابلاغ کے مالکان اور ذمہ داران درج ذیل مختلف ذرائع کو استعمال کر کے افواہوں کے خلاف لڑ سکتے ہیں:

۱- صحیح معلومات پیش کر کے، اس لیے کہ صحیح معلومات غلط معلومات کا خاتمہ کرتیں ہیں، اور صحیح خبریں افواہوں کو غیر موثر کر دیتی ہے، اس کی شہادت قرآن مجید کے درج ذیل آیت میں ہے: ﴿كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ ٱللَّهُ ٱلْحَقَّ وَٱلْبَٰطِلَ ۚ فَأَمَّا ٱلزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ ٱلنَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى ٱلْأَرْضِ﴾ «اسی طرح اللہ تعالی حق وباطل کی مثال بیان کرتا ہے، اور جھاگ تو ناکارہ ہو کر چلا جاتا ہے، لیکن جو لوگوں کو نفع دینے والی چیز ہے، وہ زمین میں ٹھہری رہتی ہے» (الرعد: ۱۷)۔

سیلاب میں اٹھنے والی جھاگ اور پانی کے بلبلے باطل کی طرح نہایت تیزی سے ختم ہو جاتے ہیں، لیکن حق اور وہ پانی جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں وہ باقی رہتا ہے۔

نیز اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ وَقُلْ جَآءَ ٱلْحَقُّ وَزَهَقَ ٱلْبَٰطِلُ ۚ إِنَّ ٱلْبَٰطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴾ «اور اعلان کر دیں کہ حق آ چکا اور باطل کا وجود جاتا رہا، یقینا باطل تھا ہی ختم ہو جانے والا» (الاسراء: ۸۱)۔

جب حق ظاہر ہوا تو باطل کا خاتمہ ہو گیا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے اہل کتاب کی مذمت میں یہ فرمایا: ﴿ وَلَا تَلْبِسُوا۟ ٱلْحَقَّ بِٱلْبَٰطِلِ وَتَكْتُمُوا۟ ٱلْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ «تم لوگ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو، اور نہ حق چھپاؤ، تمہیں تو خود اس کا علم ہے» (البقرہ: ۴۲)۔

جس شرعی علم کی لوگوں کو ضرورت واحتیاج ہے، اگر کسی نے اسے چھپا لیا تو اللہ تعالی نے اسے سخت عذاب کی دھمکی دی ہے، اور علم کے چھپا دینے والوں کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡتُمُونَ مَآ أَنزَلۡنَا مِنَ ٱلۡبَيِّنَٰتِ وَٱلۡهُدَىٰ مِنۢ بَعۡدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِي ٱلۡكِتَٰبِ أُوْلَٰٓئِكَ يَلۡعَنُهُمُ ٱللَّهُ وَيَلۡعَنُهُمُ ٱللَّٰعِنُونَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُواْ وَأَصۡلَحُواْ وَبَيَّنُواْ فَأُوْلَٰٓئِكَ أَتُوبُ عَلَيۡهِمۡ وَأَنَا ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ﴾

«جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں، باوجودیکہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لیے بیان کر چکے ہیں، ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے، مگر وہ لوگ جو توبہ کر لیں، اور اصلاح کر لیں، اور بیان کر دیں تو میں ان کی توبہ قبول کر لیتا ہوں، اور میں توبہ قبول کرنے والا، اور رحم وکرم کرنے والا ہوں»

(البقرہ: ۱۵۹ – ۱۶۰)۔

اللہ تعالی نے قرآن میں بیان فرمایا ہے کہ منافقین عہد نبوت میں معاشرہ میں فتنہ پھیلانے کے مقصد سے غلط سلط افواہیں پھیلاتے تھے، لیکن جب صحیح معلومات آ جاتیں تو اللہ تعالی اسے ان کی نظروں کے سامنے زائل کرتا، اور لوگوں کے لئے حق واضح ہو جاتا، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿لَقَدِ ٱبۡتَغَوُاْ ٱلۡفِتۡنَةَ مِن قَبۡلُ وَقَلَّبُواْ لَكَ ٱلۡأُمُورَ

حَتَّىٰ جَآءَ ٱلْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ ٱللَّهِ وَهُمْ كَـٰرِهُونَ ﴾ «یہ تو اس سے پہلے بھی فتنے کی تلاش کرتے رہے ہیں، اور آپ کے لیے کاموں کو الٹ پلٹ کرتے رہے ہیں، یہاں تک کہ حق آ پہنچا، اور اللہ کا حکم غالب آ گیا، باوجودیکہ وہ ناخوشی ہی میں رہے» (التوبہ ۴۸)۔

۲- انہیں وسائل میں سے بے بنیاد افواہوں کے بارے میں محتاط رویہ اختیار کرنا ہے، اور ان وسائل وذرائع سے فائدہ اٹھانے والے لوگوں میں زندہ ضمیر سے اٹھنے والی ذاتی قناعت واطمینان کو پیدا کیا جائے جس سے وہ بے بنیاد افواہوں کو پھیلانے والے وسائل سے دور رہ سکیں۔

۳- انہیں وسائل میں سے ایک وسیلہ یہ بھی ہے کہ یہ ذرائع ابلاغ ان افواہوں کو نہ پھیلائیں اور نہ اس کی ترویج واشاعت کریں۔

دوسرا مبحث

غلط افواہوں کی نشر واشاعت کی حصہ داری سے جدید ذرائع ابلاغ کو دور رکھنے کے وسائل

جدید ذرائع ابلاغ کے ذمہ داروں کے لیے ضروری ہے کہ جو خبریں اور معلومات ان تک پہنچتی ہیں وہ انہیں ہر شعبہ کے ثقہ اور قابل اعتماد ماہرین پر پیش کریں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿فَسْـَٔلُوٓاْ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ «اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل علم سے پوچھ لو» (النحل: ۴۳)۔

حدیث میں آیا ہے کہ سفر میں ایک آدمی جنبی ہو گیا، تو اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا: کیا آپ لوگ مجھے تیمم کی اجازت دیتے ہیں؟ لوگوں نے کہا: نہیں، کوئی رخصت نہیں ہے، تو اس نے غسل کر لیا، اور اسی وجہ سے اس کا انتقال ہو گیا، اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: «قَتَلُوهُ، قَتَلَهُمُ اللّٰهُ، أَلا سَأَلُوا إِذْ لَمْ يَعْلَمُوا؛ فَإِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ» «ان لوگوں نے (تیمم کی رخصت نہ دے کر) اسے مار ڈالا،

اللہ ان کو مارے، جب ان کو مسئلہ معلوم نہیں تھا تو انہوں نے پوچھ کیوں نہیں لیا؟ نہ جاننے کا علاج پوچھنا ہی ہے» (ابو داود: ۳۳۶)، حسن۔

جدید ذرائع ابلاغ کا اپنے جمہور شائقین سے تعلق ہوتا ہے، اور جس ذریعہ ابلاغ کے بکثرت شائقین نہ ہوں اس کا انجام زوال ہے، اس وجہ سے ایسے ذرائع ابلاغ اور وسائل کی حقیقت واصلیت سے پردہ اٹھایا جانا چاہئے، جو غلط افکار ونظریات اور باطل وبے بنیاد افواہیں پھیلاتے ہیں تاکہ لوگوں کو اس سے متنفر کیا جائے، ساتھ ہی سامعین اور ناظرین کے اندر ایسی قوت پیدا کی جائے جس سے وہ غلط اور باطل باتوں کو سننے اور دیکھنے سے اپنے آپ کو دور رکھیں، اس لیے کہ حق بات سننے کی وجہ سے آدمی غلط اور باطل باتوں کو حق بنا کر پیش کرنے والے مواد کو سننے سے اپنے آپ کو بے نیاز پاتا ہے، اور عقل مند آدمی غلط اور باطل سے اعراض کرنے والا ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي ٱلْكِتَٰبِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا۟ مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا۟ فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِۦٓ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ جَامِعُ ٱلْمُنَٰفِقِينَ وَٱلْكَٰفِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ﴾ «اور اللہ تعالی تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالی کی آیتوں کے

ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو، تو اس مجمع میں اس کے ساتھ نہ بیٹھو، جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں، (ورنہ) تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو، یقینا اللہ تعالی تمام کافروں اور سب منافقوں کو جنہم میں جمع کرنے والا ہے» (النساء: ۱۴۰)۔

یہی وجہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تورات کا ایک ٹکڑا دیکھا، تو فوراًاس سے منع کیا، اور فرمایا:

«أمتهوكون فيها يا ابن الخطاب! والذي نفسي بيده، لقد جئتكم بها بيضاء نقية، والذي نفسي لو كان موسى حياً، لما وسعه إلا أن يتبعني» «اے عمر بن خطاب! کیا تم تورات میں پڑھ کر ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والے ہو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تمہارے لیے نہایت صاف اور روشن چیز لایا ہوں، اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر موسی زندہ ہوتے تو ضرور میری اتباع کرتے» (الدارمي، ۴۴۹، عبدالرزاق، ۱۰۱۶۴، مسند أحمد ۳/۳۳۸)، حسن۔

یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں جن کا مقام ومرتبہ مسلم ہے، اس کے باوجود آپ ﷺ نے باطل پر کان دھرنے سے منع فرمایا، تو اب کوئی آدمی یہ نہ کہے کہ میرے پاس علم ومعرفت ہے، اس لیے باطل کا سننا میرے لیے نقصان دہ نہیں، حق میں باطل سے بے نیازی ہے،

اور اس بات سے بھی بے نیازی جس میں حق وباطل گڈمڈ ہو گئے ہوں، اور اس میں کوئی شرعی مصلحت بھی کار فرما نہ ہو۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: « يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ، كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الْكِتَابِ، وَكِتَابُكُمُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْدَثُ الأَخْبَارِ بِاللَّهِ، تَقْرَءُونَهُ لَمْ يُشَبْ، وَقَدْ حَدَّثَكُمُ اللَّهُ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ وَغَيَّرُوا بِأَيْدِيهِمُ الْكِتَابَ، فَقَالُوا: هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلا، أَفَلاَ يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مُسَاءَلَتِهِمْ» «اے مسلمانو! اہل کتاب سے تم کیوں سوالات کرتے ہو، تمہاری کتاب جو تمہارے رسول پر نازل ہوئی ہے، اللہ تعالی کی طرف سے سب سے بعد میں نازل ہونے والی خبریں ہیں، تم اسے پڑھتے ہو اور اس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہیں ہوئی ہے، اللہ تعالی تو تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہے کہ اہل کتاب نے اس کتاب کو بدل دیا، جو اللہ تعالی نے انہیں دی تھی اور خود ہی اس میں تحریف کر دی، اور پھر کہنے لگے یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہے، ان کا مقصد اس سے صرف یہ تھا کہ اس طرح تھوڑی پونجی (دنیا کی) حاصل کر سکیں، پس کیا جو علم (قرآن) تمہارے پاس آیا ہے وہ تم کو ان (اہل کتاب) سے پوچھنے کو نہیں روکتا» (صحیح البخاری: ۲۶۸۵)۔

اگر کوئی شرعی مصلحت نہ ہو تو اللہ تعالی نے اپنے نبی کو بھی غلط مجالس میں حاضر ہونے سے منع فرمایا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَلَٰكِن ذِكْرَىٰ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٦٩﴾ وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ وَذَكِّرْ بِهِ أَن تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللَّهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ وَإِن تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا ۖ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴾ «اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں، تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں، یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں، اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھیں، اور جو لوگ پرہیز گار ہیں ان پر ان کی باز پرس کا کوئی اثر نہیں پہنچے گا، اور لیکن ان کے ذمہ نصیحت کر دینا ہے، شاید وہ بھی تقوی اختیار کریں، اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہیں جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے، اور دنیوی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے، اور اس قرآن کے ذریعہ سے نصیحت بھی کرتے رہیں تا کہ کوئی

شخص اپنے کردار کے سبب (اس طرح نہ پھنس جائے کہ کوئی غیر اللہ اس کا نہ مدد گار ہو اور نہ سفارشی اور یہ کیفیت ہو کہ اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے ڈالے تب بھی اس سے نہ لیا جائے، ایسے ہی ہیں کہ اپنے کردار کے سبب پھنس گئے، ان کے لیے نہایت تیز گرم پانی پینے کے لیے ہو گا، اور دردناک سزا ہو گی اپنے کفر کے سبب» (الانعام: ۶۸-۷۰)۔

گویا ان آیات کریمہ میں انھی بعض جدید وسائل کے متعلق گفتگو ہے جو غلط اور باطل افواہوں کی اشاعت کا اہتمام کرتے ہیں۔

جھوٹی افواہوں کی نشر واشاعت سے جدید وسائل کے دور رکھنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ نئے ذرائع ابلاغ اور نئے چینل اسی معیار کے کھولے جائیں جیسا کہ باطل کو حق بنا کر پیش کرنے والوں نے کھول رکھا ہے، تا کہ یہ ذرائع ابلاغ اور چینل حق پھیلانے اور باطل کے رد وابطال کا کام کر سکے، اور اسی منہج پر لوگوں کی صحیح تربیت کریں جیسا کہ امت کے تمام ادوار میں یہی طریقہ رہا ہے، مثلا علمائے امت ہمیشہ بدعات اور گمراہیوں کے رد وابطال میں کتابیں تالیف کرتے رہے ہیں۔

حرف آخر

زیر نظر رسالہ سے ہم پر یہ واضح ہو گیا کہ اسلامی شریعت نے عزت وجاہ کے بنیادی حق کی حفاظت دو طریقے سے کی ہے:

(۱) وجود کے لحاظ سے کہ مسلمان شکوک وشبہات کے مقامات سے دور رہیں، ساتھ ہی ساتھ معلومات کو قابل اعتماد ذرائع سے حاصل کریں، اور ظاہری امور ومسائل پر اعتماد کریں۔

(۲) دوسرا طریقہ معدوم اور غیر موجود کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھنا کہ جھوٹ حرام ہے، غلط افواہوں کا پھیلانا، ان کی ترویج واشاعت اور تصدیق بھی حرام ہے، کسی شخصیت کو مجروح کرنا حتی کہ گنہگار اور فاسق وفاجر کو مطعون کرنا چاہے وہ حقیقت ہی ہو، جب تک کہ اس بات کی کوئی شرعی مصلحت نہ ہو، ایسے ہی برا بھلا کہنے پر تادیبی سزا، اور زنا کی تہمت پر حد جاری کرنے کو شریعت نے ثابت کیا ہے۔

عقیدہ وفکر، مال دولت وصحت اور امن امان کو متاثر کرنے والی افواہوں کے

خلاف جنگ کر کے اسلامی شریعت نے مسلم معاشرۃ کی اصلاح کرنے والے اقدار کی حفاظت کی ہے، اور یہیں سے اسلامی شریعت نے حکام اور علماء کے خلاف پھیلائی جانے والی غلط اور جھوٹی افواہوں کو بڑی شدت سے منع کیا ہے۔

دور حاضر میں متعدد ذرائع ابلاغ موجود ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ ان کا افواہوں کے خلاف جنگ میں حصہ ہو، اور اس کا ذریعہ یہ ہے کہ صحیح معلومات نشر کی جائیں، اور بے بنیاد خبروں کو قابل اعتماد اور ثقہ ماہرین فن کے حوالے کیا جائے، اور بے بنیاد اور غلط خبریں نشر کرنے والے ذرائع ابلاغ کے چہرے سے نقاب ہٹائی جائے تا کہ لوگوں کو ان سے باز رکھا جائے۔

اور جمہور عوام کے اندر ایسی صلاحیت پیدا کی جائے کہ جو انہیں غلط اور باطل خبروں اور بے بنیاد معلومات کے سننے سے محفوظ رکھیں، ایسے ہی ان وسائل وذرائع کو مہیا کرنا ضروری ہے جو حق کی نشر واشاعت کریں اور غلط افواہوں کی حقیقت سے پردہ اٹھائیں۔

وصلى الله على نبينا محمد، وعلى آله وصحبه وسلم

فہرست مضامین

پیش کلام	7
مقدمہ	13
تمہید	17
پہلی فصل	23
دوسری فصل	43
تیسری فصل	63
چوتھی فصل	75
حرف آخر	87

IslamHouse.com

IslamHouseOr IslamHouseOR/ islamhouse.com/or/

IslamHouseOr/

For more details visit
www.GuideToIslam.com

GUIDE TO ISLAM

contact us :Books@guidetoislam.com

GuidetoIslam.org Guidetoislam1 Guidetoislam www.Guidetoislam.com

المكتب التعاوني للدعوة وتوعية الجاليات بالربوة

هاتف: ٩٦٦١١٤٤٥٤٩٠٠+ فاكس: ٩٦٦١١٤٩٧٠١٢٦+ ص ب: ٢٩٤٦٥ الرياض: ١١٤٥٧

ISLAMIC PROPAGATION OFFICE IN RABWAH

P.O.BOX 29465 RIYADH 11457 TEL: +966 11 4454900 FAX: +966 11 4970126

افواہوں کی شرعی حیثیت

افواہوں کی شرعی حیثیت نامی کتاب کے مؤلف ڈاکٹر سعد بن ناصر الشثری ہیں، یہ کتاب افواہوں میں لوگوں کے کردار کے اقسام اور شریعت میں اس کے احکام پر غماز ہے، اور اوروں پر عیب جوئی کی حرمت کے ساتھ عزت و آبرو کی ضرورت کی حفاظت ، اور افواہوں پر مرتب ہونے والی سزاؤں کا ذکر کرتی ہے، اور موجودہ ذرائع ابلاغ کی افواہوں سے جنگ کی کوششوں کو بیان کرتی ہے، کتاب کے آخر میں مؤلف نے عزت و آبرو کی محافظت پر اہم نتائج برآمد ہونے کا ذکر فرمایا ہے ۔

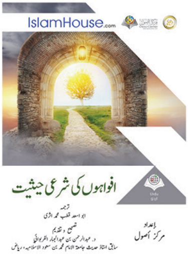

IslamHouse.com

مرکز أصول
Osoul Center
www.osoulcenter.com

Rabwah